تختِ فرس پہ علی اکبرؑ کا خطاب (مرثیہ)

مرزا سلامت علی دبیرؔ

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
مہر مبین	روشن سورج	سُرعت	تیزی
لاہوت	فنافی اللہ کا مقام	ناسوت	عالم اجسام، دنیا، ظاہر
اسکندرِ دوراں	زمانے کا بادشاہ	یاقوت	سرخ رنگ کا ایک قیمتی پتھر
کاووں	گھوڑے کے قدموں سے بننے والا دارہ	آب	چمک، روشن
نیسان	بارش	خاصانِ خدا	اللہ کے خاص بندے
بند کشا/	گرہیں کھولنے والا، مشکلیں آسان	عمران	حضرت موسی کے والد کا نام
ہُما	ایک خیالی پرندہ، کہا جاتا ہے کہ جس کے سر کے اوپر سے ہما گزر جائے وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔	ہاروت و ماروت	وہ دو فرشتے جو بنی اسرائیل کی آزمائش کے لیے اللہ تعالی نے بابل شہر میں بھیجے تھے
فرس	گھوڑا	شہباز	بہت بڑا باز
روئے درخشاں	چمکتا چہرہ	آوازہ کسا	طعنہ دینا
خورشید	سورج، آفتاب	اسکندرِ دوراں	زمانے کا بادشاہ
عمران	حضرت موسیٰؑ کے والد کا نام	عرق	پسینہ

خاصاں خُدا	خدا کے خاص بندے	یاقوت	سرخ رنگ کا خاص پتھر

اشعار کی تشریح

شعر نمبر۔1

شہزادے نے جلوہ جو کیا دامنِ زیں پر
پھر زیں نے آوازہ کسا مہرِ مبین پر

مَرکب نے قدم فخر سے رکھا نہ زمیں پر
سرعت سے کہا فرش بچھا عرش بریں پر

پلکوں سے لیا پنجے میں شہباز قضا کو
بغلوں کے شکنجے میں کیا قید ہوا کو

تشریح:

مرثیہ کے اس ابتدائی بند میں شاعر مرزا سلامت علی دبیرؔ حضرت علی اکبرؑ کے میدان جنگ میں آنے کا ذکر کرتے ہیں۔ جب شہزادہ علی اکبرؑ نے گھوڑے کی زین پر بیٹھ کر اپنا جلوہ دکھایا اور لڑائی کے میدان میں نمودار ہوئے۔ پھر کاٹھی نے روشن سورج کو طعنہ دیا کہ اس کی چمک دمک اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ گھوڑا اتنی تیزی سے دوڑ رہا تھا کہ معلوم ہوتا کہ ہوا میں اُڑ رہا ہے۔ پھر گھوڑے نے تیز رفتار کو عرش اعظم پر چٹائی یا قالین بچھانے کو کہا۔ تاکہ شہزادہ جب وہاں پہنچے تو اس کے بیٹھنے کے لے اچھی جگہ تیار ہو۔ آپ نے موت کے بازوں کو اپنی پلکوں کے پنجے میں دبوچ لیا اور گزرنے والی ہوا کو بغل کے شکنجے میں کس

لیا۔ مطلب یہ کہ موت جیسی خوفناک حقیقت اور کبھی نا قید ہونے والی ہوا بھی آپ کے اختیار میں تھی۔ اس وقت نہ انھیں موت کا کوئی خوف تھا اور نہ ہی تندوتیز چلنے والی ہوا کی پرواہ تھی۔ وہ جس شان سے میدان جنگ میں داخل ہوے تھے اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت اُسے حق کے راستے سے پیچھے ہٹنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔

شعر نمبر۔2

اک عالمِ حیرت تھا، چہ لاہوت، چہ ناسوت
سب حرام سے تائب تھے چہ ہاروت، چہ ماروت

سب خوف سے تھے زرہ چہ خورشید، چہ یاقوت
سکتہ تھا سلاطین کو، نے تخت، نا تابوت

بے خود جو کیا رُوئے درخشاں کی چمک نے
بالائے زمیں ٹیک دیئے ہاتھ فلک نے

تشریح:

شاعر حضرت علی اکبرؑ کے رُعب و دبدبے اور شان و شوکت کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جب میدان جنگ میں نمودار ہوئے تو اِن کے رعب و جلال کو دیکھ کر نہ صرف ظاہری اور مادی دنیا حیرت زدہ تھی بلکہ باطنی یعنی عالمِ ارواح کو بھی حیرت تھی۔ کیا فنافی اللہ کا مقام اور کیا دنیا سب ایک حیرت کے مقام پر تھے یعنی ہر ایک چیز حیران تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔ ہاروت اور ماروت دو فرشتے تھے جنھیں حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں بابل کے شہر میں اتارا گیا۔ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ چناچہ سزا کے طور پر انہیں بابل

کے کنویں میں اُلٹا لٹکا دیا گیا۔ قیامت تک وہاں لٹکے رہیں گے۔ ہاروت اور ماروت ہو یا کوئی اور سب جرم سے توبہ کر رہے تھے۔ کیا سورج اور کیا سرخ رنگ کا قیمتی پتھر یاقوت، خوف کے مارے سب کے چہرے زرد تھے۔ بادشاہوں پر خوف اس قدر طاری تھا کہ وہ خوف کے مارے سکتے کے عالم میں تھے انھیں نہ تخت کی پرواہ تھی نہ اُس تابوت کی جس میں مرنے کے بعد ان کے جسم کو رکھا جائے گا۔ حضرت علی اکبرؑ کا چہرہ مبارک چمکتا تھا کہ اس کی چمک سے ان کا ہوش جاتا رہا۔ یہاں تک کہ آسمان جو ایک بے انتہا بلندی پر واقع ہے اس نے بھی اپنے ہاتھ زمین پر ٹیک دیے۔ گویا کائنات کی ہر ایک دہشت زدہ تھی۔

شعر نمبر۔3

رہوار کاووں سے زمیں چرخ میں آئی
پر عرق عرق ہوگیا وہ حق کا فدائی

چہرے پہ عجب آب پسینے نے دکھائی
ان قطروں سے نیساں پہ گھٹا شرم کی چھائی

یہ قدر عرق کی نہ کسی رو سے بڑھی تھی
شبنم کبھی خورشید کے منہ پر نہ پڑی
تھی

تشریح:

حضرت علی اکبرؑ کے گھوڑے کی تیز رفتاری کی تعریف کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے کہ ان کے گھوڑے کے سموں کے زمین پر زور زور سے لگنے سے زمین کا سر چکرا گیا۔ لیکن وہ حق اور سچ پر فدا ہونے والے حضرت

علی اکبرؑ کا سارا بدن پسینے میں شرابور ہے۔ پسینے کے ان قطروں کو دیکھ کر ابر نیساں پر شرمندگی کے بادل چھا گیے ہیں۔ ابر نیساں وہ بارش کہ جب وہ برستی ہے تو سیپیوں کے منہ کھل جاتے ہیں۔ اور جب اس کا کوئی قطرہ سیپ کے منہ میں داخل ہوتا تو موتی بن جاتا ہے۔ اس لیے شاعر کہتا کہ جس بارش کا قطرہ موتی بن سکتا ہے وہ بھی پسینے کی اس چمک کے آگے شرمندہ تھی۔ شاعر کہنا چاہتا ہے کہ یہ بادل ابر نیساں سے بھی زیادہ بابرکت تھا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ شبنم، سورج کے منہ پر پڑی ہو۔ یہاں شبنم سے پسینہ اور سورج سے مُراد حضرت علی اکبرؑ کا مبارک چہرہ ہے۔ چہرے پر آے ہوے پسینے کے قطروں کی تعریف کی جارہی ہے۔ یہاں شاعر نے استعارے کے طور پر حضرت علی اکبرؑ کو سورج اور پسینے کے قطروں کو شبنم کہا ہے۔

شعر نمبر۔4

ماتھے کا عرق پاک گیا انگلی سے بارے
سور جیسے گیے دُور مہ نونے ستارے

حیدرؑ کے لب ولہجے میں لشکر کو پکارے
ہاں غافلو! آگاہ ہو رتبے سے ہمارے

اللہ کے بندے ہیں پہ اللہ نہیں ہیں
بندے مگر اس طرح کے واللہ نہیں ہیں

تشریح:

حضرت علی اکبرؑ کی پیشانی مبارک پر تپش اور گرمی کی وجہ سے پسینے کے جو قطرے پڑے تھے۔ انھوں نے

انگلی کی مدد سے ماتھے سے پسینہ صاف کیا۔ یہ منظر بلکل ایسے تھا جیسے سورج کے چہرے سے ہلال کا چاند تمام ستارے دور ہٹا دیے۔ پھر انھوں نے اپنے دادا بزرگوار حضرت علی کرم اللہ کے انداز میں اور زبان میں یزیدی لشکر سے خطاب فرمایا۔ انھوں نے اپنا تعرف اس لیے کرایا کہ ان سے کوئی غلط فہمی میں نہ رہے کہ اسے علم نہ تھا کہ اسے علم نہ تھا کہ کس سے لڑنے لیے آے۔ یومِ حساب اپنے جرم اور زیادتی کا ان کے پاس جواز نہ رہے۔ تم لوگ ہمیں جس طرح کے بندے سمجھ رہے ہو ویسے ہم نہیں ہیں۔ ہم بلا وجہ لڑائی جھگڑے کے حق میں ہرگز نہیں ہیں اور نہ ہی ہمیں اپنی طاقت پر غرور ہے۔ ہاں! البتہ ہم حق پر ڈٹ جانے والے اور قربانی دینے والے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم ایک خدا کو ماننے والے ہیں لیکن ہم خدا ہونے کے دعویدار نہیں۔ خدا کی قسم ہم اس طرح کے بندے نہیں کہ خواہ مخواہ کسی سے لڑائی جھگڑا کریں۔ ہم ہرگز جھگڑالو نہیں صلح جو ہیں۔

شعر نمبر۔ 5

تن پر رہِ معبود میں ہم سر نہیں رکھتے
ہم سر کے کٹا دینے میں ہمسر نہیں رکھتے

جزدستِ گدا اور کہیں زر نہیں رکھتے
تکیہ کرمِ حق پہ ہے، بستر نہیں رکھتے

یہ اُن پہ کھلا ہے کہ جو خاصانِ خدا ہیں
ہر بندے کے ہم بند کشا عقد گشا ہیں

تشریح:

حضرت علی اکبرؑ نے یزید کے لشکر سے مخاطب ہو کر کہا کہ اللہ تعالی کی راہ میں ہم سر کٹنے کی پروا نہیں کرتے۔ اپنا سر کٹا کر شہادت کا مرتبہ پانے میں کوئی ہماری برابری نہیں کرسکتا ہم ان لوگوں میں سے نہیں جو مال ودولت جمع کرتے ہیں۔ ہمارے پاس کسی قسم کی دولت مال واسباب نہیں ہے۔ اگر کچھ ہے تو اپنے پرودگار کے بھروسے کی طاقت۔ بے شک ہمارے پاس آرام کرنے کے لیے بستر نہیں مگر ہمیں اپنے رب کریم کی رحمت پر پورا یقین ہے۔ وہی عیب سے ہمیں نصرت فرمائے گا۔ تم لوگ ہماری اِن باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ ہمارا مقام اور مرتبہ اللہ تعالی کے خاص اور برگزیدہ بندے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ہم تو وہ بندے ہیں جو ہمیشہ دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔ ہم لوگوں کی پریشانیاں دور کرنے والے ہیں۔ ہم صرف اللہ تعالی کی مہربانی پر ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔

شعر نمبر۔6

احکامِ یزید اور ہیں اور اپنے امور اور
باطل کی نمود اور ہے اور حق کا ظہور اور

نمرود کی آگ اور ہے اور آتش طُور اور
زنبور کا غُل اور ہے الحانِ زبُور اور

سمجھو تو سہی تم کہ بشر کیا، ہیں ملَکُ کیا
بُت کیا ہے، خدا کیا ہے، زمیں کیا ہے، فلک کیا

تشریح:

حضرت امیر معاویہؓ کا بیٹا یزید ایک بگڑا ہوا، شراب کا رسیا اور بدکردار حکمران تھا۔ وہ احکام شرعی کا پابند نہیں تھا۔ اس لیے حضرت علی اکبرؑ ہیں کہ یزید کے احکام اور ہیں۔ یزید کے تمام احکامات غیر شرعی ہیں جبکہ ہم عین شریعت کے پابند ہیں۔ جو اللہ تعالی کا حکم ہے ہم اُسی کے تابع ہیں۔ یزید باطل کی قوتوں پر یقین رکھتا ہے۔ جبکہ ہم حق کے علمبردار ہیں۔ جس طرح نمرود کی سلگائی ہوئی آگ اور کوہ طور سے بھڑکنے والی آگ میں فرق ہے بلکل ایسے ہی ہمارے اور یزید کے نظریات میں مختلف ہیں۔ نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حق بات کرنے سے روکنے کے لیے آگ جلائی تھی اور آپ کو جلانے کی ٹھانی تھی مگر اللہ تعالی نے اُس کی یہ سازش ناکام بنادی۔ حضرت شعبؑ کی بیٹی سے شادی اور ان کے دیے ہوے معجزاتی عصا کے ساتھ جب موسی علیہ السلام اپنے وطن لوٹ رہے تھے تو آگ کی ضرورت کے تحت کوہِ طور پر چڑھ گے۔ جہاں موسی کو جوتے اتارنے کا حکم اور پیغمبری ملی۔ پھر اللہ تعالی نے اپنا جلوہ کوہِ طور پر پھینکا۔ نتیجہ کے طور پر موسیٰؑ بے ہوش ہوگے اور پہاڑ جل گیا۔ پھر موسیٰؑ کو ان کے عصا کے نو معجزات بتائے گے۔ اے یزید کے پیروکار! تم لوگ انسان اور فرشتوں کے فرق کو سمجھو، خدا اور بُت کے امتیاز پر غور کرو اور زمین وآسمان کے فیصلے کا اندازہ کرو۔ حق اور باطل میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کے ان تمام چیزوں کے مابین ہے۔ کیا تم حق اور باطل کے درمیان اتنے واضح فرق اور تمیز کو بھی سمجھنے سے قاصر ہو۔

شعر نمبر۔7

ساماں سے کوئی صاحبِ ایمان نہیں ہوتا
ہر اہلِ عصا موسیٰؑ عمراں نہیں ہوتا

پہنچے جو انگوٹھی وہ سلیماں نہیں ہوتا
آئینہ گر اسکندرِ دوراں نہیں ہوتا

لاکھ اَوج ہو پشّے کا، ہُما ہو نہیں جاتا
بُت سجدۂ کافر سے خدا ہو نہیں جاتا

تشریح:

زیادہ طاقت اور زیادہ سامل سے کوئی زیادہ ایمان والا ہرگز نہیں بن سکتا۔ ایک حق پرست اور مسلمان بندے کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت علی اکبرؑ یزید کے لشکر سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ بہت زیادہ دنیاوی سازوسامان اکٹھا کرلینے سے کوئی شخص صاحب ایمان نہیں ہوسکتا۔ ہر وہ شخص جس کے پاس لاٹھی ہو، موسیٰؑ نہیں ہو سکتا۔ موسیٰؑ، عمران کے بیٹے اور اللہ کے برگزیدہ تھے۔ آپ کے پاس جو لاٹھی تھی اُسے اللہ نے نو معجزات عطا کیے تھے۔ اس لیے ایک ایک عام صاحب عصا اور حضرت موسی علیہ السلام میں بہت فرق ہے۔ حق وباطل میں مزید فرق کو مزید واضح کرنے کے لیے حضرت علی اکبرؑ حضرت سلیمان علیہ السلام کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر کوئی انگوٹھی پہن کر یہ دعوی کرتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح ہے تو یہ سراسر اس نا سمجھی اور بے واقوفی ہے کیونکہ ہر انگوٹھی پہننے والے اور حضرت سلیمان علیہ السلام میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ حضرت سلیمانؑ اور حضرت داودؑ اللہ کے پیغمبر تھے۔ ان کے دربار کی شان وشوکت کا یہ عالم تھا ایک نہایت صاحب کمال انسان آصف برخیاہ آپ کے وزیر اعظم تھے۔ جنات کے نمائندے بھی ان کے وزراء میں شامل تھے۔ آصف برخیاہ ان کے پلک جھپکنے میں ملکہ بلقیس کو تخت سمیت دربار میں لے آئے تھے۔ آپ کے پاس طلسمانی انگوٹھی تھی جس کا یہ کمال تھا۔ اس انگوٹھی پر اسم اعظم کندہ تھا۔ اسی طرح ایک کافر ساری زندگی پتھر سے بنے بت کو سجدہ کرلے مگر یہ بت کبھی خدا نہیں بنے گا۔ وہی بے جان بے حس پتھر ہی بنا رہے گا جو کسی کو کچھ نہیں دے سکتا۔

ہُما ایک خیالی پرندہ ہے جس کے بارے میں کہتے ہیں کہ جس کے سر کے اوپر سے گزر جائے بادشاہ بن جاتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مچھر خواہ کتنی ہی بلندی پر اڑنے کی صلاحیت رکھتا ہو وہ مبارک پرندہ ہُما نہیں ہوسکتا۔ اگر کسی بت کو کافر سجدہ کرنے لگیں تو ان کے سجدے کرنے سے وہ بت خُدا نہیں بن

جاتا۔ بُت بُت ہی ہے اور خُدا، خُدا ہی ہے۔ کیونکہ بت ایک بے جان پتھر ہے جبکہ ہمارا خُدا کائنات کا رب اور ہر چیز پر قادر ہے۔ (مجموعہ کلام مراثی دبیرؔ)

مشق

سوال نمبر ۱۔ حضرت علی اکبرؓ نے اپنے ارشاد میں کیا فرمایا؟

جواب: حضرت علی اکبرؓ نے اپنے ارشاد میں یزیدی فوج کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ کے بندے ہیں لیکن خدائی کا دعوی نہیں کرتے۔ اللہ تعالی کی راہ میں اپنا سرکٹانے میں کوئی ہماری برابری نہیں کرسکتا۔ ہمیں اللہ تعالی کے کرم پر بھروسہ ہے۔ یزید کے احکام اور ہیں اور ہمارے امور اور ہیں۔ اچھے اور برے، نیک اور بد میں فرق کو سمجھو۔ دولت مند ہونے سے کوئی صاحب ایمان نہیں ہو سکتا۔ آپ باطل کے ساتھی ہیں اس لیے فتح ہماری ہوگی کیونکہ اگر مچھر بہت بلندی پر بھی پہنچ جائے تو ہما کے مرتبے کو نہیں پا سکتا، اور نہ کافروں کے سجدوں سے کبھی بُت خُدا بن سکتا ہے۔

سوال نمبر ۲۔ اس نظم میں جن تاریخی شخصیات کا زکر ہوا ہے، ان کے بارے آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب: اس نظم میں مندرجہ زیل تاریخی شخصیات کا زکر ہوا ہے۔

۱۔ حضرت موسی علیہ السلام:

حضرت موسی علیہ السلام خدا کے برگزیدہ پیغمبروں میں سے ایک تھے۔ آپ کے بھائی ہارون علیہ السلام بھی اللہ کے برگزیدہ نبیوں میں سے ایک ہیں قرآن میں آپؑ کا نام موسی اور لقب کلیم اللہ ہے۔ تمام پیغمبر کی نسبت قرآن میں موسی علیہ السلام کا زکر زیادہ آیا ہے۔ تیس سے زیادہ سورتوں میں موسی و فرعون اور بنی اسرایل کے واقعہ کی طرف سو مرتبہ سے زیادہ اشارہ ہوا ہے۔

معجزات:

اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو بھی بہت سے معجزے دیے۔ وہ اپنا عصا زمین پر پھینکتے تو وہ سانپ بن جاتا تھا۔ اپنا ہاتھ بغل میں ڈال کر نکالتے تو وہ روشن ہوتا۔ موسیٰؑ کوہِ طور پر اللہ تعالی سے ہم کلام ہوئے۔

۲۔ حضرت سلیمان علیہ السلام:

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالی کے برگزیدہ نبی تھے۔ سلیمان علیہ السلام داود علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ سمجھا جاتا ہے کہ انہوں نے متحدہ اسرایل پر 970 قبل از مسیح سے لے کر 931 قبل از مسیح تک حکومت کی۔

معجزات:

آپؑ جانوروں کی بولیاں سمجھ لیتے تھے، ہوا پر آپؑ کا قابو تھا۔ آپؑ کا تخت ہوا میں اڑا کرتا تھا۔ سلیمان علیہ السلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپ ؑکی حکومت صرف انسانوں پر نہ تھی، بلکہ جن بھی آپ ؑ کے تابع تھے۔

۳۔ ہاروت وماروت:

ہاروت وماروت دو فرشتے تھے جنہیں حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں بابل کے شہر میں اُتارا گیا۔ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ چناچہ سزا کے طور پر انہیں بابل کے کنویں میں الٹا لٹکا دیا گیا۔ قیامت تک وہاں لٹکے رہیں گے۔

۴۔ حیدر:

حضرت علی کرمللہ وجہ کا لقب۔ آپؓ حضرت ابوطالب کے فرزند، حضرت فاطمہ ؓکے شوہر، نبی اکرمؐ کے داماد اور خلافت راشدہ میں خلیفہ ہونے کے اعتبار سے ان کا چوتھا نمبر ہے۔ آپؓ بہت بہادر تھے، حضرت علیؓ کا ایک لقب خیبر شکن بھی ہے۔

۵۔ یزید:

حضرت امیر معاویہؓ کا بیٹا تھا، والد نے اپنا جانشیں مقرر کیا۔ شراب کا رسیا، فقص و فجور میں بتلا فرماں روا تھا۔ اس کے عہد حکومت میں ۱۰ محرم۶۱ھ میں واقعہ کربلا پیش آیا۔

۶۔ نمرود:

حضرت ابراہیمؑ، آزربت تراش کے بیٹے، ان کی قوم اور وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ آپؑ ہوش سمبھالتے ہی ایک خُدا کی عبادت کی ترغیب دینے لگے۔ اس پر آپ ؑکو زندہ جلادینے کا حکم دیا۔ بہت بڑی آگ جلا کر حضرت ابراہیمؑ کو اس میں پھینکا گیا۔ خُدا کے حکم سے آگ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہوگی۔

۷۔ سکندر:

سکندر ۳۵۰ سے ۱۰ جون ۳۲۳ قبل مسیح تک مقدونیہ کا حکمران رہا۔ اُس نے ارسطو جیسے استاد کی صحبت پائی۔ سکندرِ اعظم مقدونیہ کے بادشاہ فیلقوس کا بیٹا تھا، فاتح عالم تھا۔ انتہائی کم عمری میں مغرب سے مشرق تک کا کثیر علاقہ فتح کیا۔ صرف تینتیس برس کی عمر میں وفات پائی۔

سوال نمبر۳۔ نظم سے ایسے مصرے تلاش کرکے لکھیں جن میں صنعتِ تضاد کا استعمال ہو۔

جواب: صنعتِ تضاد: صنعتِ تضاد سے مراد کلام میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جو ایک دوسرے کی ضدِ ہوں یعنی متضاد ہوں۔ مثلاً

مصرع	صنعتِ تضاد
باطل کی نمود اور ہے حق کا ظہور اور	باطل،حق
سکتہ تھا سلاطین کو، نے تخت، نہ تابوت	تخت ،تابوت
سورج سے کیے دورمہِ نونے ستارے	سورج ،مہِ

بُت سجدہ کافر سے خدا ہو نہیں جاتا	بُت ،خدا
سُرعت سے کہا فرش، بچھا عرش بریں پر	فرش،عرش
بُت کیا ہے، خدا کیا ہے ،زمیں کیا ہے، فلک کیا	بُت ،خدا اور زمیں ،فلک
اِک عالمِ حیرت تھا، چہ لاہوت،چہ ناسوت	لاہوت، ناسوت
سمجھو تو سہی تم کہ بشیر کیا، ملک کیا	بشر، ملک
باطل کی نمودار اور ہے حق کا ظہور اور	باطل،حق

سوال نمبر ۴۔ مرثیہ کی تعریف کریں اور مرثیے کے ارکان کی وضاحت کریں۔

جواب: مرثیہ:

وہ نظم جس میں کسی مردہ شخص کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔ اُس کے اوصاف کا زکر ہوتا ہے۔ اور اس کی موت پر ماتم کا اظہار کیا جاتا ہے۔ مرثیہ کہلاتی ہے۔ لیکن آج کل مرثیہ کی صنف شہدان کربلا کے لیے مخصوص ہو کر رہ گی ہے۔ اور اس میں اہلِ بیت کی شہادت اور ان کی بہادری اور ان پر ڈھالے جانے والے مظالم کا زکر کیا گیا ہے۔

اُردو میں تعریف:

اُردو میں مرثیہ اس نظم کو کہا جاتا ہے جس میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ اور شہدائے کربلا کی شہادت کا زکر کیا جائے۔ اُردو میں دوسرے لوگوں کی موت پر کہی جانے والی نظم کو شخصی مرثےکا نام دیا جاتا ہے۔ جیسے حالیؔ کا مرثیہ۔

غالبؔ۔اقبال کا مرثیہ۔داغؔ کا مرثیہ وغیرہ۔

ابتداء:

اس صنف سخن کی ابتداء واقعاتِ کربلا کے بعد ہوئی۔ مرثیہ شروع میں عرب میں لکھے گے عرب کے بعد ایران میں مرثیے لکھے گے ایران سے چل کر مرثیہ ہندوستان میں پہنچا۔ اُردو شاعری چونکہ فارسی شاعری کی طابع ہے اس لیے اُردو میں مرثیہ بھی فارسی سے ہی آیا ہے۔ ہندوستان میں اُردو شاعری کے ساتھ ہی مرثیہ گوئی کا آغاز بھی ہوا۔

مرثیہ کے اجزاے ترکیبی: مرثیہ کے اجزاے ترکیبی آٹھ ہیں جو مندرجہ زیل ہیں۔

۱۔ تمہید یا چہرہ:

اس میں شاعر حمد۔نعت۔ منقبت۔مُناجات۔ صُبح کا منظر۔رات کا سماں۔گرمی کی شدَت۔دنیا کی بے شباقی۔سفر کی دشواری اور اپنی شاعری کی تعریف تمہید کے طور پر بیان کرتا ہے۔

۲۔ سَراپا:

اِس میں ہیرو یا مرکزی کردار کے قدوقامت۔ خدوحال۔لباس اور دیگر اوصاف بیان کیے جاتے ہیں۔

۳۔ رُخصت:

اس میں ہیرو کا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ سے جنگ میں جانے کے لیے اجازت طلب کرنا اور عزیزوں سے رُخصت حاصل کرنے کا بیان ہوتا ہے۔

۴۔ آمد:

اِس میں ہیرو کا گھوڑے پر سوار ہو کر شان و شوکت سے میدان جنگ میں جانے اور آمد کے سلسلے میں ہیرو کے گھوڑے کی تعریف کا بیان ہوتا ہے۔

۵۔ رجز:

اِس حصّے میں ہیرو اپنے خاندان کی تعریف اپنے بزرگوں کے کارناموں کا زکر اور جنگ کے معاملات میں اپنی مہارت اور بہادری کا بیان کرتا ہے۔

۶۔ جنگ:

اِس میں ہیرو کا کسی نامی پہلوان یا دشمن سے بڑی بہادری سے لڑنا۔ جنگ کے سلسلے میں ہیرو کے گھوڑے تلوار اور دوسرے ہتھیاروں کی تعریف کی جاتی ہے اور جنگ کے واقعات بیان کے ہیں۔

۷۔ شہادت:

اِس میں ہیرو کا دشمن کے ہاتھ سے زخمی ہو کر شہید ہونے کا بیان ہوتا ہے اور شہادت کے واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔

۸۔ بین: بین میں ہیرو کی لاش پر اُس کے عزیزوں رشتہ داروں اور عورتوں کے رونے اور بین کرنے کا بیان ہوتا ہے۔

۹۔ دُعائیہ:

آخر میں شاعر سامعین اور اہل دنیا کے لیے دُعایہ کلمات بھی ادا کرتا ہے اور اللہ تعالی سے اپنے گناہوں کی معافی بھی طلب کرتا ہے۔

سوال نمبر ۵۔ کسی اور مرثیے کے تین اشعار لکھیں، جن کا موضوع واقعاتِ کربلا ہو۔

جواب: ظالم نے ڈگڈگا کےپیا سامنے جو آب
وہ لمحہ جب سب نماز کے بعد لڑائی کے لیے اُٹھے

تیار جان دینے پہ چھوٹے بڑے ہوے
تلواریں ٹیک ٹیک کے سب اُٹھ کھڑے ہوے !

آگے تھے سب کے حضرتِ عباس زی چشم
بڑھ بڑھ کے روکتے تھے دلیروں کو دم بہ دم

تیغیں جو تولتے تھے اِدھر بانیء ستم
کہتے تھے سر نہ ہوگا، بڑھایا اگر قدم !

(میرانیسؔ)

ہدایات برائے اساتذہ:

طَلَبہ کو واقعہ کربلا کے بارے میں مستند معلومات فراہم کریں۔